کتاب الزہد از عبد اللہ بن مبارک کا منہج و اسلوب: ایک تجزیاتی مطالعہ

The Methodology and Style of “Kitāb ul Zūhād” by Abdullah bin Mubarik: An Analytical Study

Sameea Mujahid
PhD Scholar, Institute of Arabic and Islamic Studies
GCWUS & Lecturer Islamic Studies, GAICW, Sialkot
Email: sameeamujahid55@gmail.com
Abbas Ali Raza
Lecturer, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University
Email: abbasaliraza@lgu.edu.pk
Dr. Hafiz Faiz Rasool
Assistant Professor, Department of Arabic & Islamic Studies
University of Mianwali
Email: drhfrasool@umw.edu.pk

Abstract
For the complete education and training of human beings and the success of this world and the hereafter, Allah Almighty established a system of inspired books and scriptures, revelation and non-revelation, and the sending of prophets. Which his chosen servants paid with their lives of which the name of Abdullah bin Mubarak is at the top and his book "Al-Zuhd wal Al-Raqaiq" is a practical proof of his efforts, the introductory study of which will be presented in this paper. Pointing to the decline of piety, the meaning of piety, the degrees and means of attaining piety Sources such as death and after-death, God-fearing, perfect obedience. Their self-purification, inner training, reforming methods are very important for the reformation of the Muslim Ummah and the growth of spirituality in the present era. Descriptive, narrative, analytical approach to research is adopted, mostly drawn from primary sources on the subject. By the introductory study of this rare creation of "al-Zuhd", the general reader, research students will not only be introduced, but also the Muhadditheen will be encouraged to adopt the most careful approach of the righteous Salaf in the derivation and transmission of hadith.
Keywords: asceticism, degrees of asceticism, fear of God, self-purification, materialism

انسانوں کی مکمل تعلیم و تربیت اور دنیوی و اخروی کامیابی کے لیے اللہ تبارک و تعالی نے الہامی کتب و صحائف، وحی متلو و غیر متلو اور انبیاء کی بعثت کا ایک نظام طے کیا۔ لیکن سلسلہ نبوت کے منقطع ہونے سے یہ فریضہ امتِ محمدیہ ﷺ کے ذمہ داری قرار پایا۔ جسے اس کے برگزیدہ بندوں نے جانفشانی سے ادا کیا جن میں سے عبد اللہ بن مبارک کا نام سرفہرست ہے اور ان کی کتاب " الزہد والرقائق "ان کی کاوشوں کا ایک عملی ثبوت ہے جس کے تعارفی مطالعہ کو مقالہ ہذا میں پیش کیا جائے گا۔ کتاب کا موضوع صحابہ اکرام کے بعد آنے والی نسل میں تقوی کے زوال کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے تقوی کا مفہوم، درجات اور حصولِ تقوی کے ذرائع جیسے موت وما بعد الموت، خشیتِ الٰہی، کامل اتباع اسوۂ حسنہ کے ذریعے ان کا تزکیہ نفس، باطنی تربیت، اصلاح اعمال کے طریقے ہیں جو عصرِ حاضر میں مادیت کا شکار امتِ مسلمہ کی اصلاح اور روحانیت کی نمو کے لیے انتہائی اہم ہے۔ نسل نو میں روحانیت اور ظاہری و باطنی اخلاق اوصاف کو پیدا کرنا موضوع کے مقاصد میں سے ہے۔ وصفی، بیانیہ، تجزیاتی اندازِ تحقیق اختیار کرتے ہوئے زیادہ تر اس موضوع پر موجود بنیادی مصادر سے استعفادہ کیا گیا ہے۔ الزہد کی اس نادر تخلیق کے تعارفی مطالعہ سے عام قاری، تحقیق کے طالب علم نہ صرف متعارف ہوں گے بلکہ محدثین کرام کے لیے بھی حدیث کے اخذ و اداء میں صالحین سلف کی طرز پر انتہائی محتاط روش اختیار کرنے کی ترغیب ملے گی۔

کلیدی الفاظ: زہد، درجاتِ زہد، خشیتِ الٰہی، تزکیہ نفس، مادیت

تمہید:

حادیث کی تالیف کا طریقہ اکثر مرتب کرنے والے کے نقطہ نظر کے بارے میں کافی حد تک عکاسی کرتا ہے۔ جیسے امام نووی اور امام بخاری اپنے احادیث نبوی کے مجموعے کو "تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے "جو خلوص نیت کی اہمیت پر زور دیتا ہے اسی طرح عبد اللہ بن مبارک اپنی تالیف "الزہد والرقائق" میں دنیوی زندگی کی قدر و قیمت اور موت تک دی جانے والی مہلت کو غنیمت جانتے ہوئے اخروی انجام اور نفس مطمئنہ کا مقام حاصل کرنے کی ترغیب دینے کے لیے مضامینِ کتاب ترتیب دیتے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے قبل یہ ضروری ہے کہ ذیل میں مولف کے تعارف اور علمی مقام و مرتبہ سے متعلق مختصر اگفتگو کی جائے تاکہ معلوم ہو سکے صنفِ "زہد" میں اس کتاب کا کیا مقام ہے۔

مؤلف کا تعارف:

آپ کا نام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک بن واضح الحنظلی المروزی (181ھ-118ھ) ہے[1]۔ والدہ خوارزمیہ، والد ترکی النسل ایک ترک تاجر کے مملوک تھے[2] بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کا آغاز فرمایا اور اکتسابِ علم کے لئے حرمین شریفین، شام، مصر، عراق، الجزیرہ، خراسان جیسے مراکزِ علم کے سفر کئے۔ آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے یہاں تک کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم کو جمع کیا ہے لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں۔ آپ نے ایک طویل مدت تک امام ابو حنیفہؒ سے اکتسابِ علم ظاہری و باطنی کیا- ان کے علاوہ آپؒ نے سلیمان التیمی، عاصم الاحوال، حمید الطویل، ہشام بن عروہ، اسماعیل بن ابی خالد الاعمش، یزید بن عبد اللہ، خالد حزاء، یحیٰ بن سعید الانصاری، عبد اللہ بن عون، موسیٰ بن عقبہ، حسین المعلم، حنظلہ السوسی، حیوۃ بن شریح المصری،

اوزاعی، ابن جریج، معمر، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ اس جوہر گراں قدر کے اساتذہ ہیں[3]۔ آپ کی علمی شان ہے کہ معمر اور سفیان ثوری (جو کہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں) جیسی شخصیات نے بھی آپؒ سے اخذ کیا ان کے علاوہ ابن وہب، ابن مہدی، امام عبد الرزاق بن ہمام، القطان، ابن معین، حبان بن موسیٰ، امام ابو بکر بن شیبہ، یحیٰ بن آدم، ابو اسامہ، ابو سلمہ المنقری، مسلم بن ابراہیم، حسن بن ربیع، احمد بن منیع، علی بن حجر وغیرہ تلامذہ میں شامل ہیں[4]۔

زہد وسخاو علمی تفضل:

آپ بے شمار کتب جیسے الزہد والرقائق، البر والصلۃ، الفقہ فی السنن، التفسیر، التاریخ کے مولف، زہد، سخاوت، علمی کمال میں ایک روشن مثال تھے جیسا کہ سیر کی کتب میں درج ہے[5]: سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

نظرت فی امرہ و امر الصحابۃ فما رایتھم یفضلون علیہ الا فی صحبتہم رسول اللہ(ﷺ)[6]

"میں نے عبد اللہ بن مبارک اور صحابہ کرام کے معاملات میں سوائے صحبت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو ابن مبارک پر فضیلت دینے والی کوئی چیز نہیں تھی۔" کان ینفق علی فقراء فی کل سنۃ مائۃ الف درہم "وہ ہر سال فقراء پر ایک لاکھ درہم خرچ کرتے تھے۔"و یحکم عالم المشرق و المغرب و ما بینھما ان کنتم تعقلون" افسوس ہے تم کیا کہتے ہو وہ تو مشرق اور مغرب اور ان کے مابین کے عالم ہیں اگر تم سمجھتے" ثقۃ ثبت فی الحدیث رجل صالح و کان جامعا للعلم "ابن مبارک ثقہ اور ثابت فی الحدیث تھے آپ صالح اور تمام علوم کے جامع تھے۔" ابن المبارک الامام المتفق علیہ لہ من الکرامات مالا یحصی یقال انہ من الابدال[7]"۔ابن المبارک متفق علیہ امام ہیں ان کی اتنی کرامات ہیں کہ ان کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب ابدالوں میں سے ہیں۔

کتاب کا تعارف:

یہ قطب الزھد نوع کی قدیم ترین کتاب ہے جو دوسری ہجری / آٹھویں صدی عیسوی میں شروع ہوئی۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے بعد آنے والی نسل میں "زوال پذیر تقوی" اس کا موضوع ہے۔ آغاز میں چند صفحات پر مشتمل نہایت مفید مقدمہ ہے جس میں سببِ تالیف، زہد اور اسکے درجات انتہائی جامعیت و تبیین کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ کتاب ایک جلد، 751 صفحات پر مشتمل ہے جو موضوع کے اعتبار سے گیارہ جز اور ذیلی عنوانات میں منقسم ہے۔

اہم مضامین: کتاب الزہد کے متن میں اخلاقی سلوک اور تقویٰ سے متعلق متنوع موضوعات درج ذیل ہیں۔

وقت وصحت کی قدر دانی: کتاب کا آغاز وقت کی قدر کے حوالے سے درج ذیل حدیث سے ہوتا ہے:

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: " نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"[8]

دو نعمتیں جنہیں بہت سے لوگ سمجھتے ہیں وہ ہیں وقت اور صحت۔

دوسری حدیث بھی اسی طرح ہے:

"عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم لِرَجُلٍ وَهُوَ يَعِظُهُ: " اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ، وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ، وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ، وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ[9] "

پانچ سے پہلے پانچ سے فائدہ اٹھاؤ: اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی دولت کو اپنی غربت سے پہلے، اپنے فارغ وقت کو اپنی مصروفیات سے پہلے، اپنی موت سے پہلے کی زندگی۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

" وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: «إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ؛ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ غَدًا[10]"

جاگ کر شام کی امید نہ رکھو، اگر شام کو دیکھو تو صبح کی امید نہ رکھو، اور اپنی بیماری سے پہلے اپنی صحت سے، موت سے پہلے اپنی زندگی سے فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اے عبد اللہ، کیا چیز ہے؟ آپ کو کل بلایا جائے گا"

خلافتِ راشدہ کے بعد عمومی طور پر لوگ حبِ جاہ و مال و عیش پرستی کی طرف رغبت کرنے لگے۔ ابن المبارک کے لیے یہ بات دکھ کا باعث تھی کہ امتِ مسلمہ فکرِ آخرت کو ترک کرکے فکرِ دنیا میں مبتلا ہو یہ اقتباس اسی لہجے کا خلاصہ ہے۔

تقویٰ کا بیان:

تقویٰ کی مختلف حالتیں اور مذکورہ طریقوں پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک تقویٰ کی تعریف دل یا نفس کی حالتوں سے ہوتی ہے اسلئے اپنے آپ کو قبروں پر جانے کا عادی بنانے کا خیال ذہن کی اس حالت کو تقویت دیتا ہے جس میں موت اور بعد کی زندگی کو نظر انداز نہ کرکے زہد فی الدنیا پر عمل کیا جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَلَى قَبْرٍ دُفِنَ حَدِيثًا فَقَالَ: «رَكْعَتَانِ خَفِيفَتَانِ مِمَّا تَحْقِرُونَ وَتَنْفِلُونَ يَزِيدُهُمَا هَذَا فِي عَمَلِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ بَقِيَّةِ دُنْيَاكُم[11]"

دو رکعات نفل نماز جس سے اس (قبر والے) کے اعمال میں اضافہ ہو اسے اس سے زیادہ محبوب ہیں جو دنیا میں باقی رہ گیا ہو۔

موت کا تذکرہ:

ابن المبارک قاری کو اس محدود وقت کی یاد دلاتے ہوئے شروع کرتے ہیں جو انسانوں کو جینا ہوتا ہے۔ روایت ہے:
"سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ إِلَّا نَدِمَ»، قَالُوا: وَمَا نَدَامَتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ ازْدَادَ، وَإِنْ كَانَ مُسِيئًا نَدِمَ أَنْ لَا يَكُونَ نَزَعَقَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مِسْعَرٌ قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْنٍ، «أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا، وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَّا جَمِيعًا۔"[12]

گناہوں سے توبہ کی ترغیب:

عوام الناس کو معصیت سے اجتناب اور توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے گناہوں کے وبال سے آگاہ فرماتے ہیں:
"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: " إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ جَالِسٌ فِي أَصْلِ جَبَلٍ يَخْشَى أَنْ يَنْقَلِبَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ لَيَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ[13]"

بے شک مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے وہ پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہے کسی بھی وقت وہ اس پر گر جائے گی، فاجر اسے ناک پر بیٹھنے والی مکھی کی طرح لیتا ہے۔

انسان کے علمی نسیان کے وجہ کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں:
"عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: «إِنِّي لَأَحْسَبُ الرَّجُلَ يَنْسَى الْعِلْمَ يَعْلَمُهُ بِالْخَطِيئَةِ يَعْمَلُهَا"[14]

میں سمجھتا ہوں انسان کو اس کے علم میں نسیان اسکے اعمال میں خطاؤں کے سبب ہوتا ہے۔

مندرج احادیث میں سرزد ہو جانے والے گناہ سے متعلق انسان کے رد عمل کے ساتھ اسکی ایمانی حالت بیان کرتے ہیں پھر بتاتے ہیں کہ نعمتوں کا چھن جانا بعض اوقات انسان کے اپنے اعمال کے سبب ہوتا ہے۔

زہد کا بیان:

ابن المبارک کے زہد کے تصور کی مکمل تصویر مادی دنیا اور املاک کی طرف رویوں سے متعلق امور پر بحث ہے۔ زہد سے مراد رہبانیت نہیں بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے اس سے باطنی لاتعلقی، غلط کاموں پر غم کی کیفیت قلب سلیم کی کیفیت ہے[15]۔

مومن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ شاد و مطمئن نظر آئے۔ ابن مسعود سے متعلق ایک دلچسپ روایت میں ہے جس میں وہ مسلمانوں کی بعد کی نسل سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"آج تم نے زیادہ جہاد (جہاد) میں حصہ لیا ہے، لمبی نمازیں پڑھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔ پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کیوں؟ آپ نے فرمایا: ان میں دنیا سے زیادہ

لاتعلقی اور آخرت کی خواہش زیادہ تھی۔

آپؒ نے "زہد" کے درج ذیل درجے بیان کئے ہیں:

1۔"فرض علی کل مسلم وھو الزہد فی الحراموھذا متی اخل بہ انعقد سبب العقاب"

یہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور وہ حرام کو چھوڑ دینا ہے اگر اختیار کرے گا تو سزاوار ہو گا۔

اس قسم کے تحت قرآن وحدیث میں وارد تمام نواہی آتے ہیں جیسے کبائر گناہوں سے اجتناب، ماکولات، مشروبات، معاشرت، معیشت۔۔۔میں حد بندی وغیرہ اس کی وضاحت ذیل کے فرمان سے ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے:

"أنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ عَبَّاسِ بْنِ جُلَيْدٍ قَالَ: قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: تَمَامُ التَّقْوَى أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ الْعَبْدُ حَتَّى يَتَّقِيَهُ فِي مِثْقَالِ ذَرَّةٍ، حَتَّى يَتْرُكَ بَعْضَ مَا يَرَى أَنَّهُ حَلَالٌ، خَشْيَةَ أَنْ يَكُونَ حَرَامًا، يَكُونُ حِجَابًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْحَرَامِ [16]"

کامل تقوی یہ ہے کہ انسان اللہ سے ڈرے یہاں تک ایک ذرے کے بارے میں یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ وہ حلال ہے اس گمان کے ساتھ کہیں وہ حرام نہ ہو تو یہ حرام اور اس کے درمیان آڑ ہو گی۔

2۔"زھد المستحب وھو علی درجات فی الاستحباب بحسب المزھود فیہ وھو الزھد فی المکروھات ،وفضول المباھات "

زہد مستحب جو استحباب کے درجے میں ہے کہ حسب استطاعت مکروہات، مباہات میں اختیار کیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں فرض نمازیں ادا کروں، رمضان کے روزے رکھوں (شریعت کی) حلال کردہ چیزوں کو حلال جانوں اور حرام کردہ چیزوں کو حرام جانوں لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ کروں، تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں[17]"

3۔" وھو علی نوعان، الاول: الزھد فی الدنیا جملۃ لیس المراد تخلیھا من الیدوانما المراد اخراجھا من قلبہ بالکلیۃ فلا یلتفت الیھا ولا یدعھا تساکن قلبہ وان کانت فی یدہ فلیس الزھدان ترک الدنیا من یدک وھی فی قلبک[18]"

اس کی دو اقسام ہیں، اول، زہد فی دنیا جس سے مراد مکمل طور پر ہاتھ سے جانے دینا یا اسے ترک کر دینا نہیں بلکہ اس سے مراد اسے دل سے مکمل طور پر نکالنا، اس کی طرف ملتفت نہ ہونا، اور اسے دل میں نہ بسانا ہے، اور اگر یہ آپ کے ہاتھ میں تو نہیں لیکن دل میں بستی ہے تو یہ زہد نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا:

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"[19].

دنیا میں پردیسی یا مسافر کی طرح رہو، اور اپنے آپ کو اہل قبور کی زیارت کا عادی بنالو۔

یہ روایت ابن المبارک کے فہم کی عکاسی کے طور پر اہم ہے۔مادی دولت نہ رکھنے کے بجائے، وہ دولت سے لاتعلقی کی وکالت کرتے ہیں۔پس اگر کوئی شخص ابن المبارک کی رح مالدار بھی ہو تب بھی اسے اپنے مال سے لگاؤ نہیں رکھنا چاہیے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

"اس کی مثال خلفائے راشدین، عمر بن عبد العزیز کا طرز عمل ہے یا پھر آدمؑ کا زہد کہ اللہ تعالی نے دنیا ان پر کھول دی لیکن انہوں نے کسی شے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا"[20]

"والثانی:الزهد فی نفسک وهو اصعبالاقسام واشقها[21]"

دوسری اپنے نفس میں زھد اختیار کرنا ہے جو زیادہ مشکل اور سخت ہے۔

حدیث میں نفس پر قابو پانے کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

"أنا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ: أنا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ الْجَنْبِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ فَضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ: الْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ لِلَّهِ"[22]

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس جہاد کرے۔

خلوصِ نیت:

علم کی تلاش میں خلوص نیت کو لازم ابوذر کے اس قول سے قرار دیتے ہیں:

کوئی بھی شخص احادیث کو اکٹھا کرنے اور حفظ کرنے کے لیے باطل مقاصد (جیسے عالم کی شہرت) کے ساتھ نہیں نکلتا، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت نہیں دیتا۔جو شخص علم یا حدیث کا مطالعہ کرے تا کہ ان پر بات کرے اسے جنت کی خوشبو نہ ملے گی۔

"قیامت کے دن سب سے برا درجہ اس عالم کا ہے جس نے اپنے علم سے [دوسروں کو] فائدہ نہ پہنچایا ہو۔"[37]

علمی ثابت قدمی:

آپ کے نزدیک جس طرح مادی دولت سے لگاؤ ہمیشہ زندہ رہنے، باطل غرور اور کمزوروں کے ظلم کے بارے میں فریب کا باعث ہو سکتا ہے، اسی طرح علم بھی خطرناک ہے۔ایک عالم اپنے غلط کاموں کو درست ثابت کرنے کے لیے اپنے دینی علم سے بہک سکتا ہے، اپنے علم کی وجہ سے غرور سے مغلوب ہو سکتا ہے، اور اپنے علم کی طاقت سے جاہلوں پر آسانی سے ظلم کر سکتا ہے۔یہ ایک عالم کے طور پر اس کی حیثیت کو اپنے ذاتی فائدے کے لیے استعمال کر کے یا ان

لوگوں کو استعمال کر کے کیا جا سکتا ہے جو اس کے علم پر منحصر ہیں۔ جیسے:

"عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ: «إِنَّ لِلْعِلْمِ طُغْيَانًا كَطُغْيَانِ الْمَالِ"[23]

علم میں بھی فسق ہے، جیسا کہ مال میں زیادتی ہے۔

تادیب و تعلیم اور اہلِ جنت و جہنم کے احوال کی بابت روایت میں ہے:

"عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: يَطَّلِعُ الْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَى قَوْمٍ فِي النَّارِ، فَيَقُولُونَ: مَا أَدْخَلَكُمُ النَّارَ، وَإِنَّمَا دَخَلْنَا الْجَنَّةَ بِفَضْلِ تَأْدِيبِكُمْ وَتَعْلِيمِكُمْ؟ قَالُوا: إِنَّا كُنَّا نَأْمُرُ بِالْخَيْرِ وَلَا نَفْعَلُهُ"[24]

اہل جنت اہل جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھ کر حیرت سے کہیں گے تمہاری تادیب و تعلیم کی وجہ سے ہم جنت میں ہیں، وہ (اہلِ جہنم) جواباً کہیں گے ہم نیکی کا حکم تو دیتے تھے لیکن اس پر خود عمل نہیں کرتے تھے۔

دنیاوی غم اور عذابِ الٰہی:

کتاب میں ایک اور حصہ غم اور عذاب الٰہی کے خوف کے لیے مختص ہے اس میں اقوال کی اکثریت حسن البصری سے منسوب ہے۔ آپ دنیا میں مومن کو پہنچنے والے رنج والم پر تبصرہ اس انداز میں (جس کا خلاصہ) فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم مومن کو اس دنیا میں غم کے سوا کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ اور وہ کیسے غمگین نہیں ہوں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس نے جہنم کی آگ پیدا کی ہے اور اس کے اس سے آزاد ہونے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ خدا کی قسم، بیماری، مشکلات، مغلوب معاملات، فتح کے بغیر جبر میں مبتلا ہے۔ کوئی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجر کی امید رکھتا ہے اور اس وقت تک غمگین اور خوف زدہ رہتا ہے جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دیں [یعنی وہ مر جائیں]۔ جب وہ اس [دنیا] کو چھوڑتے ہیں تو وہ سلامتی اور وقار میں داخل ہو چکے ہیں جیسا کہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا:

"عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ"[25]

"دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے"۔

حلال حصولِ مال میں محتاط طرزِ عمل کی ترغیب:

کتاب الزھد کے بہت سے اقتباسات مادی دنیا کی بے وقعتی پر دلیل ہیں۔ ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اگر دنیا میں مکھی کے ایک پر کے برابر بھی نیکی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس میں سے کچھ بھی کسی کافر کو نہ دیتا۔" اس قسم کی بہت سی مثالیں ہم اصحاب رسول سے منسوب جائیداد کے حصول میں دیکھتے ہیں۔ جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خزانے سے چار سو درہم عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو جانچنے کے لیے الگ الگ بھیجے۔ دونوں بزرگوار نے اتنا فلاں کے لیے، اتنا فلاں کے لیے کر کے اہلِ احتیاج میں تقسیم کر دیا۔ بیوی نے شکایتاً کہا:

اے معاذ! خدا کی قسم ہم بھی غریب ہیں! یہ سن کر جو بچا تھا (صرف دو درہم) اسے دے دیا

جب خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ واقعہ نظریات کی عکاسی کرتا ہے کہ کس طرح متقی لوگ دولت کے ساتھ تعامل کرتے ہیں۔ دولت جمع کرنے کے وبال سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان مادی دنیا سے لگاؤ میں مگن ہو جائیں گے، اللہ و آخرت کو بھول جائیں گے"[26]

حفظ اللسان:

زبان کو تمام آفات کا سبب قرار دیتے ہوئے اس کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔

"أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ: بَلَغَنِي، أَنَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ لِقَوْمِهِ: لَا تُكْثِرُوا الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فَتَقْسُوَ قُلُوبُكُمْ، فَإِنَّ الْقَلْبَ الْقَاسِيَ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ [27]"

عیسیٰؑ اللہ کے ذکر کے سوا کلام نہیں فرماتے پھر اگر تم ایسا نہ کروگے تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور قلب قاسی االلہ سے دور ہوتا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"عن عُقْبَة بن عامر رضي الله عنه قال: قلت: يا رسول الله ما النَّجَاة؟ أَمْسِكْ عليك لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيتُك، وابْكِ على خَطِيئَتِكَ"[28]

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا نجات کس چیز میں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو، اپنے گھر کو لازم پکڑو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔

ریا سے اجتناب کی تلقین:

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی زہد کی طرف توجہ دلائی اس نے زہد چھوڑ دیا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب اس اقتباس میں ہے:

"اگر تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو اپنے سر اور داڑھی میں تیل لگائے۔ اور اس کے ہونٹوں کو [تیل سے] مسح کرے تا کہ لوگ یہ نہ دیکھ سکیں کہ وہ روزے سے ہے۔ اگر وہ اپنے دائیں سے دے تو اس کا بائیں ہاتھ اسے چھپائے۔ اگر وہ نماز پڑھے تو اپنے دروازے کی چادر نیچے کر دے۔ کیونکہ خدا تعریفیں تقسیم کرتا ہے جیسا کہ وہ رزق تقسیم کرتا ہے۔[29]

حضرت عیسیٰؑ کے فرمان کی توثیق درج ذیل اثر سے بھی ملتی ہے:

"زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: «اعْبُدِ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، وَاحْسَبْ نَفْسَكَ مَعَ الْمَوْتَى مُسْتَجَابَةٌ"[30]

اللہ کی اس طرح عبادت کر تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا وہ تو تمھیں دیکھ رہا ہے اور خود کو مردوں میں شمار کر۔

اتباع رسول ﷺ کی تلقین:

آپ خود بھی اسوہ حسنہ کی کامل مثال تھی اور اسی کی طرف دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں:

"أَنَّ الصَّلْتَ دَخَلَ عَلَى ابْنِ سِيرِينَ وَعَلَيْهِ ثِيَابٌ مِنْ صُوفٍ، فَنَظَرَ إِلَيْهِ مُحَمَّدٌ نَظَرًا تَكْرَهُهُ ثُمَّ قَالَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَلْبَسُ الْقُطْنَ، وَالْكَتَّانَ، وَالْيُمْنَةَ» فَسُنَّةُ نَبِيِّنَا، أَوْ قَالَ: نَبِيُّ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ"[31]

صلت ابن سیرین کے پاس گئے جو صوف پہنے ہوئے تھے، آپ نے انہیں نان پسندیدگی سے دیکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ قطن، کتان، یمنی زیب تن فرماتے تھے۔

ابن المبارک نے ایسے حصوں کو بھی متعین کیا ہے جو خاص طور پر ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو اسلامی تقویٰ کے عناصر سمجھا جاتا ہے، جیسے تواضع، تذکرہ جنت و جہنم، توکل علی اللہ، باطل، عجب، قناعت، شح اور وہ مستحب اعمال جیسے صدقہ دینا، مسجد میں چلنا، اچھی صحبت کرنا، اور حلال تلاش کرنا وغیرہ۔

منہج: مطالعہ کتاب سے درج ذیل مناہج کی نشاندہی کرتا ہے:

1۔ احادیث نبویہ سے استشہاد: کتاب کا سب سے واضح منہج یہ ہے کہ کسی بھی نکتے یا پہلو کی وضاحت کے لیے سب سے پہلے احادیث نبویہ کو بیان کرتے ہیں۔ جیسے باب معصیت کے وبال کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ الرَّجُلَ لَيُحْرَمُ الرِّزْقَ بِالذَّنْبِ يُصِيبُهُ[32]"

بیشک آدمی اپنے گناہوں کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

عبادات کی ترغیب کے ذیل میں رقم کرتے ہیں:

"عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ يَعْنِي يَبْكِي[33]"

میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ نماز ادا کر رہے تھے اور آپ کے رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے ایسے آوازیں آرہی تھیں جیسے ہنڈیا کے جوش مارنے سے آتی ہیں۔

2۔ قرآنی آیات سے استنباط: دوسرا مبین انداز یہ ہے کہ عمومی طور پر اپنے موقف، الفاظ کی تاویل، احادیث کی شرح کے لیے قرآنی آیات، الفاظ سے استنباط کرتے ہیں۔ مثلاً:

"عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ:مَا مِنْ أَحَدٍ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ ثُمَّ نَسِيَهُ إِلَّا بِذَنْبٍ يُحْدِثُهُ، وَذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: {وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ} [الشورى: 30]، وَنِسْيَانُ الْقُرْآنِ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ[34]"

کوئی ایسا نہیں جس نے قرآن سیکھا پھر وہ اسے بھول گیا تو یہ اس کے گناہوں کی وجہ سے ہے کیونکہ فرمانِ باری تعالی ہے: تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے :اور قرآن کا بھول جانا سب سے بڑی مصیبت ہے۔

3۔روایات کی مکمل سند بیان کرنا: احادیث کو مکمل سند کے ساتھ اخذ و اداء کرنا امام عبد اللہ بن مبارکؒ کا وصف ہے، کتاب ہذا میں یہ خوبی ہمیں ہر جگہ نظر آتی ہے۔

"أَخْبَرَكُمْ أَبُو عُمَرَ بْنُ حَيَوَيْهِ، وَأَبُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ صَوْتًا بِالْقُرْآنِ، الَّذِي إِذَا سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ، أُرِيتَ أَنَّهُ يَخْشَى اللَّهَ عز وجل"[35]

مندرجہ بالا حدیث میں نبی ﷺ تک سات واسطے ہیں تمام کو انکے معروف اسماء کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ حدیث کی صحت میں کوئی اشتباہ نہ ہو۔ مقالہ ہذا میں درج دیگر احادیث و آثار مع مکمل سند بھی کتاب الزہد کی اس خوبی پر دال ہیں۔

4۔مرفوع احادیث کو درج کرنا: آپ کی شخصیت کا مستحسن پہلو یہ ہے کہ آپ مرفوع احادیث کو سلسلۃ الذہب قرار دیتے ہیں اور عمومیت کے ساتھ مرفوع روایات ہی سے اپنے موقف پر دلیل دیتے ہیں:

"أَخْبَرَكُمْ أَبُو عُمَرَ بْنُ حَيَوَيْهِ، وَأَبُو بَكْرٍ الْوَرَّاقُ قَالَا: أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْغَسَّانِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا حَكِيمُ بْنُ عُمَيْرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: مَنْ فُتِحَ لَهُ بَابٌ مِنَ الْخَيْرِ فَلْيَنْتَهِزْهُ، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي مَتَى يُغْلَقُ عَنْهُ"[36]

جس کے لیے خیر کا دروازہ کھلے اسے چاہیے۔۔۔بیشک وہ نہیں جانتا کہ یہ کب بند ہو جائے۔ حدیث بالا میں نبی ﷺ تک حدیث کے ثقہ چھ واسطے ہیں سب کو بیان کرنے کے بعد صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے یہ فرمان آپ ﷺ کا ہی ہے۔

5۔آثارِ صحابہ سے استدلال: فرمانِ نبوی ﷺ اصحابی کالنجوم" کے تحت قرآنی آیات و احادیث نبویہ ﷺ کے ساتھ ساتھ آپ اقوالِ صحابہ سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جیسے درج ذیل قول میں عبد اللہ بن مسعود ایک دوسرے صحابی کے اعمال صالح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیکی کی ترغیب دیتے دکھائی دیتے ہیں:

"أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَأَى الرَّبِيعَ بْنَ خُثَيْمٍ قَالَ: وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ[37]"

اور خوشخبری ہے مخبتین کے لیے"

6۔ اقوال تابعین: ثقہ تابعین کے اقوال وافعال سے ان کی طرز پر زہد و تقوی اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ درج ذیل اقوال سے واضح ہوتا ہے:

"أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ حَيَّانَ يَقُولُ: «مِلَاكُ هَذِهِ الْأَعْمَالِ النِّيَّاتُ؛ فَإِنَّ الرَّجُلَ يَبْلُغُ بِنِيَّتِهِ مَا لَا يَبْلُغُ بِعَمَلِهِ[38]"

تمہارے اعمال تمہاری نیتوں پر ہیں بیشک انسان اپنی نیت کے ساتھ وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ عمل سے نہیں پہنچتا۔"

"أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ، الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ عَلَى كُلِّ حَالٍ، أَوْ قَالَ: فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ[39]"

سب سے پہلے جو جنت میں بلایا جائے گا وہ ہر حال میں اللہ کی تعریف بیان کرنے والا ہو گا یعنی تنگی و آسانی میں۔

7۔ ثقہ روایات اختیار کرنا: امام صاحب ہر صورت ثقہ روایات ہی لیتے ہیں۔ ضعیف، موضوع، متروک احادیث کا سختی سے رد کرتے ہیں:

"أَخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ[40]"

دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

اسی طرح غم کے متعلق ارشاد ہے:

"اخْبَرَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ قَالَ: أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ: إِنَّمَا الْحُزْنُ عَلَى قَدْرِ الْبَصَرِ[41]"

غم بقدر بصیرت ہے" پہلی حدیث کے راوی حسینؒ، ابن المبارک، خود ابن مبارک، اور حسن بصری ہیں جبکہ دوسرے روایت میں سفیان ثوریؒ کا اضافہ ہے۔ یہ سب حضرات عمل و علم کی مضبوطی اور فنِ حدیث میں مہارت تامہ کی وجہ سے اپنے وقت کے امام تھے۔

8۔ احادیث کی سند میں متشدد رویہ: آپ کا یہ بھی نمایاں وصف ہے کہ اگر کسی راوی کے قول فعل میں تضاد دیکھ لیں تو اس کی مکمل تحقیق کرتے ہیں۔ تحمل حدیث میں صرف راوی کے بیان، ظاہری اعمالِ صالح کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ

خبر مقبول کی تمام شرائط کے ساتھ ساتھ سیاق و سباق اور اگر ماخذ حدیث حفظ کے علاوہ کسی اور شکل میں ہو تو اسکی ہر ممکن رسائی کی کوشش کرتے ہیں ۔صوفیانہ روش ،زہد و تقوی کو اخذ و ادائے حدیث کے لیے ناکافی قرار دیتے ہیں۔اپنی بصیرت و مروعت سے کاذب،فاسق،مردود،واضع راوی کی نشاندہی فرمادیتے ہیں۔

9۔قرآنی مرادات کی وضاحت: دوران گفتگو جہاں قرآنی آیات یا الفاظ کا استعمال کرتے وہاں اس کی مراد واضح فرما دیتے ہیں۔جیسے:

"قَالَ: وَقَالَ مُرَّةُ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: {اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ} [آل عمران: 102]، قَالَ: حَقَّ تُقَاتِهِ أَنْ يُطَاعَ فَلَا يُعْصَى، وَأَنْ يُشْكَرَ فَلَا يُكْفَرَ، وَأَنْ يُذْكَرَ فَلَا يُنْسَى"

آیت:اللہ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے:سے مراد اللہ کی اطاعت،نافرنانی سے اجتناب کرنا،شکر کرنا ناشکری سے گریز اور اللہ کو یاد رکھنا بھول نہ جانا مراد ہے۔

"أنا سُفْيَانُ، عَنْ زِيَادٍ أَبِي عُثْمَانَ، مَوْلَى مُصْعَبٍ، عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً إِلَّا عَلَيْهِ تَبِعَةٌ، إِلَّا سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ فَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: {هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ}"[42]

اللہ تعالی کسی انسان پر انعامت نہیں فرماتا لیکن اس سے اس متعلق پوچھا جائے گا سوائے سلیمانؑ کے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:یہ ایسی عطا ہے جسے عطا کر یا روک لے اس پر کوئی حساب نہیں۔

10۔اصطلاح "زہد": اصطلاح زہد کو بمعنی تقوی استعمال کیا گیا ہے جبکہ اس نوع کی دیگر کتب میں یہ اصطلاح جیسے کتاب الزھد از وکیع بن الجراح "الزہد از امام احمد بن حنبل وغیرہ بمعنی اتباع سنت ،تقوی ،عیسائی رہبانیت کی نفی،اسلامی مسابقتی نظریات کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے[43]۔

11۔فتوی دینے میں محتاط روش: مطالعہ کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ فتوی دینے میں بہت زیادہ محتاط رہتے اور حتی الامکان اس سے گریز کرتے۔وجہ دریافت کرنے پر فرماتے۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک معاملے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔اس کے فوراًبعد کا اقتباس مزید واضح کرتا ہے:

"عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سُئِلَ أَمْرًا، فَقَالَ: «لَا أَعْلَمُهُ ثُمَّ أَتْبَعَهَا، فَقَالَ: أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا ظُهُورَنَا لَكُمْ جُسُورًا فِي جَهَنَّمَ، أَنْ تَقُولُوا: أَفْتَانَا بِهَذَا ابْنُ عُمَرَ "[44]

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک معاملے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا،پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا: کیا تم یہ کہہ کر ہماری پیٹھوں کو جہنم کے لیے پل بنانا چاہتے ہو،اے ابن عمر!ابن عمر؟

یہ قصہ واضح طور پر ابن عمر کے مذہبی فرمان (فتویٰ) دینے سے وابستہ ذمہ داری کے خوف کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہاں جس مقرر کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ابن عمر (عمر بن الخطاب کے بیٹے) ہیں، جو پیغمبرانہ عمل میں اپنی مہارت کے لیے مشہور تھے۔ پھر ہماری کیا مجال ہے؟

12۔ **اسرائیلیات سے گریز:** آپ عمومی طور پر اسرائیلیات سے استدلال کو ناپسند کرتے ہیں۔ مکمل کتاب میں چند ایک اسرائیلیات سے زیادہ نہیں درج وہ بھی معتبر ترین ماخذ سے لی گئیں ہیں۔

13۔ **صالحین سلف کے اعمال صالحہ اور زوال پذیر تقوی کا تجزیہ:** چونکہ کتاب کا موضوع ہی مسلم امہ میں تقوی کے زوال کی طرف نشاندہی کرنا ہے اس لیے اصحاب النبی ﷺ کے اسوہ کو بیان کرتے ہوئے کتاب میں جابجا اس بات کا اظہار فرماتے ہیں کہ مسلم امہ میں تقوی کی وہ روایت کمزور پڑ گئی ہے جس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اصحاب نے بھوک، پیاس، ایثار، صبر۔۔۔ پر رکھی تھی۔ جیسے کتاب میں اقتباس کی ابتدا شام کی سرزمین میں ایک گمنام شخصیت سے ہوئی ہے۔ شام کی طرف اشارہ کا مطلب یہ اموی عہد کے تقویٰ کا ایک اہم مرکز، اسلامی علوم کا گھڑ تھا۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں، "میرے لیے یہ زیادہ عزیز ہے کہ میں نے ماضی میں جو کچھ کیا ہے، اس کے بارے میں [مطمئن رہنے] کے مقابلے میں آج [اچھے] کام میں ثابت قدم رہوں۔ اس لیے کہ جب ہم مسلمان ہوئے تو آخرت کے کاموں میں مگن ہو گئے۔ تاہم، آج ہم اس دنیا سے مغلوب ہو چکے ہیں۔" یہ ایک ایسی شخصیت کی طرف سے زوال پذیر تقوی کا تجزیہ ہے جو "چار عبد اللہ" میں سے ایک، پیغمبرانہ روایات، مذہبی معاملات میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے پر مشہور رہے۔

14۔ **باطنی تربیت:** باطنی تربیت کا منہج کتاب میں جابجا نظر آتا ہے۔ ایسے الفاظ، مواد کا استعمال کیا گیا ہے جو قاری کی باطنی تربیت کو مرکوز کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"أنا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: كَفَى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا، وَكَفَى بِالْيَقِينِ غِنًى، وَكَفَى بِالْعِبَادَةِ شُغُلًا"[45]

موت سے بڑا واعظ، یقین سے بڑھ کر غنا، عبادت سے زیادہ مصروفیت کوئی نہیں۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے:

"يَقُولُ أَبُو الدَّرْدَاءِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا يُخْزَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ"[46]

اے اللہ میں تجھ سے ایسے عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو عبد اللہ بن رواحہ کو رسوا کر دے۔

قرآن کے متعلق روایت ہے:

"أنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَيْسَرَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي حُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ، يُحَدِّثُ مُجَاهِدًا أَنَّ الْقُرْآنَ يَقُولُ: إِنِّي مَعَكَ مَا تَبِعْتَنِي، فَإِذَا لَمْ تَعْمَلْ بِي اتَّبَعْتُكَ حَتَّى آخُذَكَ عَلَى أَسْوَأِ عَمَلِكَ[47]"

قرآن اعلان کرتا ہے کہ جب تک تو میرے پر عمل کرے میں تیرے ساتھ ہوں اور اگر تو میری تعلیمات پر عمل نہ کرے تو میں تجھ سے مؤاخذہ کروں گا۔

عورتوں کے اعمال صالح کی فضیلت کی بابت روایت ہے:

"عَنْ حِبَّانِ بْنِ أَبِي جَبَلَةَ إِنَّ نِسَاءَ أَهْلِ الدُّنْيَا مَنْ دَخَلَتْ مِنْهُنَّ الْجَنَّةَ فُضِّلْنَ عَلَى الْحُورِ الْعِينِ بِمَا عَمِلْنَ فِي الدُّنْيَا[48]"

بیشک جنت میں داخل ہونے والی دنیا کی عورتیں اپنے اعمالِ صالح وجہ سے حور العین پر فضیلت والی ہوں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ہنستے نہیں تھے سوائے مسکراہٹ کے۔ درج بالا تمام احادیث میں انسان کی مختلف پہلوؤں سے باطنی تربیت فرمائی گئی ہے تاکہ اسے غلط کاموں پر پشیمانی اور ندامت ہو جو ابن المبارک کے زہد کے تصور سے وابستہ ذہنی کیفیت ہے۔

15۔ تصوف کا صحیح تصور: صوفی احکامات اور تصوف سے متعلق فلسفے کے مخصوص طریقوں نے درحقیقت اسلامی روحانیت کو دیگر روایات کے نظریات اور طریقوں سے جوڑ دیا تھا۔ نتیجتاً اسلام کو زیادہ تر تنقیدیں، مشاہدات، تشبیہات اور بہت سے اعتراضات کا "صوفی طرز عمل" پر سامنا تھا۔ جیسا کہ کارل ارنسٹ لکھتے ہیں: "تصوف کے مطالعہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ مذہب پر مستشرقین کی گفتگو نے اسلامی ثقافت کے پہلوؤں کو تصوف کہلانے والے ایک الگ زمرے میں کس قدر طاقتور طریقے سے تبدیل کیا۔[49]

لہٰذا کتاب الزھد کے مندرجات کے تحت آپ اسلامی تصوف کے تصورات کی درست عکاسی کرتے ہیں۔ تصوف، روحانیت کی تعریف بہت سے قرآنی حوالوں سے کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ یہ لفظ پاکیزگی کے لفظ سے نکلا ہے، جو صوفی کے دل کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے نیز بتایا گیا ہے تصوف کا ظہور بنیادی طور پر اسلام سے باہر کے اثرات کا نتیجہ تھا۔ جیسے کہ زیادہ تر شام میں عیسائیوں کے سنتی عمل وغیرہ۔ ان لوگوں نے تصوف کے عمومی میدان میں قائم باطنی تقویٰ اور اخلاقی اخلاقیات کے مقاصد کے حصول کے لیے مختلف طریقوں اور کا تصور دیا۔

اسلوب: مطالعہ کتاب سے درج ذیل اسلوب کی نشاندہی ملتی ہے

1۔ دعوتی اسلوب: زہد کی مختلف شکلوں کو بیان کرتے ہوئے متن کا لہجہ دعوت الی اللہ اختیار کرتے ہوئے تقویٰ سے متعلق مختلف اعمال پر بحث کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"أَخْبَرَنِي بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ: حَدَّثَنِي بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ مَرْثَدٍ الْهَمْدَانِيُّ، أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ قَالَ: " ذُرْوَةُ الْإِيمَانِ أَرْبَعُ خِلَالٍ: الصَّبْرُ لِلْحُكْمِ، وَالرِّضَا بِالْقَدَرِ، وَالْإِخْلَاصُ لِلتَّوَكُّلِ، وَالِاسْتِسْلَامُ لِلرَّبِّ[50]"

ایمان کی لذت چار چیزوں میں ہے۔ صبر حکم کے لیے، رضا تقدیر کے ساتھ، اسلام اپنے رب کے لیے۔

"أنا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ: نا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ خَالِدَ بْنَ أَبِي عِمْرَانَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «مَنْ أَطَاعَ اللَّهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللَّهَ وَإِنْ قَلَّتْ صَلَاتُهُ، وَصِيَامُهُ، وَتِلَاوَتُهُ الْقُرْآنَ، وَمَنْ عَصَى اللَّهَ فَقَدْ نَسِيَ اللَّهَ، وَإِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ، وَصِيَامُهُ، وَتِلَاوَتُهُ الْقُرْآنَ[51]"

جس نے اللہ کے لیے اطاعت کی پس تحقیق اس نے اللہ کو یاد رکھا اگرچہ اس کی نماز، روزہ، تلاوت قرآن کم ہی ہو اور جس نے اللہ کی نافرمانی کی وہ اللہ کو بھول گیا اگرچہ اس کے نماز روزے بکثرت ہوں" ان احادیث کے ذریعے ایمان متقبل کی طرف الی اللہ کا فرضہ ادا کیا گیا ہے۔

2۔زاہدانہ اسلوب: دنیا سے بے رغبتی کا اسلوب پوری کتاب الزہد میں غالب نظر آتا ہے۔ درج ذیل اقوال سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

"وكان ابن عمر يقول: اذا امسيت فلا تنظر الصباح، واذا اصبحت فلا تنظر المساء[52]."

جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کر، اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کر۔

دنیا کی بے ثباتی کے متعلق روایت ہے:

"أنا رِشْدِينُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ سَلَامَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «أَرَأَيْتُمْ سُلَيْمَانَ وَمَا أُعْطِيَ مِنْ مُلْكِهِ؟ فَإِنَّهُ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ تَخَشُّعًا حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ[53]"

کیا تم دیکھتے ہو جو سلیمانؑ کو بادشاہت ملی لیکن انہوں نے خشیت الہی کی وجہ سے کبھی آسمان کی طرف نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے" اللہ کے برگزیدہ بندوں کی دنیا سے بے رغبتی بیان کرتے ہوئے ادنیوی نعمتوں کی بے ثباتی کا یقین دلایا گیا ہے۔

3۔اسلوبِ تبشیر وتنذیر: خوف اور امید کا احساس پیدا کرنے کے لیے رحمت و انعامات کے عناصر کا تذکرہ اس انداز کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ خوف کا کوئی انتہائی موڈ نہیں ہے جو کسی کو عمل سے مفلوج کر دیتا ہے اور نہ ہی یہ نقطہ نظر کسی کے معاملات میں سستی کی اجازت دیتا ہے۔ کتاب الزھد میں مذکور احادیث کا مقصد قاری کے اندر یہ اضطراب پیدا کرنا ہے کہ انسان کو آخرت میں اپنے آپ کو بچانے کے لائق اچھے کام کرنے کے لیے محدود وقت کی ضرورت ہے۔ درج ذیل حدیث اس اسلوب کی عکاسی کرتی ہے:

"تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا انام کیا ہے" سے مراد یہ ہے کہ آیا کوئی مردہ ہے یا زندہ ہے[54]

تنقیدی اسلوب: اپنے اردگرد کے بعض علماء کے رویوں پر تنقید کرتے ہوئے ابتدائی مسلم دور کی بیماریوں کا تفصیلی بیان تنقیدی اندازِ تحریر پر شاہد ہے ملاحظہ ہو:

"أنا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: إِذَا مَشَتْ أُمَّتِي الْمُطَيْطَاءَ، وَخَدَمَتْهُمْ أَبْنَاءُ الْمُلُوكِ أَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّومِ سَلَّطَ اللَّهُ شِرَارَهَا عَلَى خِيَارِهَا "[55]

جب میری امت کے لوگ متکبر ہو جائیں گے اور ان کے خدمت گزار فارس و روم مملوک ہوں گے تو اللہ ان کے برے لوگوں کو اچھے لوگوں پر غالب کر دے گا"عبد الرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں اس سے مراد ہے:

"أَوَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ وَسَبَوْا أَوْلَادَهُمْ سَلَّطَ اللَّهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ عَلَيْهِ حَتَّى قَتَلُوهُ ثُمَّ سَلَّطَ بَنِي أُمَيَّةَ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ فَفَعَلُوا مَا فَعَلُوا[56]"

وہ ان کے اموال ضبط کر لیں گے اور ان کی اولادوں کو گالی دیں گے جیسے اللہ نے انہیں حضرت عثمان کے قتل پر مسلط کر دیا پھر بنی امیہ کو بنی ہاشم مسلط کیا، ان کے ساتھ بھی انہوں نے ایسا ہی کیا۔

مندرجہ بالا گفتگو میں اس وقت کے مسلمانوں میں پیدا ہونے والی اخلاقی برائیوں اور فتنوں کی طرف تنقیدی انداز میں اشارہ کیا گیا ہے۔

4۔ تاریخ بیان کرنا: کتاب میں مختلف ابحاث پر گفتگو کرتے ہوئے پہلی / ساتویں یا دوسری / آٹھویں اسلامی صدی کے اوائل کے سماجی و تاریخی حالات، حدیث کی نشر و اشاعت اور اسلامی قانون اخذ کرنے کی کوششوں کے ساتھ ساتھ جھوٹی متقی شخصیات جنہوں نے دنیاوی مقاصد کے ساتھ علم حاصل کیا ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ گزشتہ اقوام اور انبیاءؑ کے عادات و خصائل، حالات و واقعات سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔

5۔ اختصار و تیسیر: تمام موضوعات کو اختصار و جامعیت کے ساتھ واضح کرتے ہیں بے جا طوالت، علمی و فنی ابحاث کو اختیار نہیں کرتے، تالیف کا مقصد عوام الناس کی اصلاح کے پیش نظر عام قاری کی علمی استطاعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ابحاث کو قلمبند کیا گیا ہے۔

6۔ غیر متعصب انداز تحریر: کتاب الزہد کے مواد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کوئی ہجوگرافی نہیں بلکہ پچھلی نسلوں کی تعریف، اعمال کی تحسین کے ساتھ زہد و تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

7۔ ناصحانہ انداز: امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے ناصحانہ انداز اپنایا گیا ہے جیسے ایک اہم صحابی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے، نے اپنے آپ کو دنیا سے مشغول ہونے کے طور پر بیان کیا اور محسوس کیا کہ جب وہ پہلی بار مسلمان ہوئے تو وہ اپنے ایمان سے زیادہ وابستہ تھے۔ ان روایات

میں ہم زہد فی الدنیا کے موضوع کی تکرار کو بھی ظاہری طور پر ملکیت نہ ہونے کی حالت کے بجائے دل کی باطنی حالت کے طور پر ناصحانہ اسلوب میں دیکھتے ہیں۔ تقویٰ بھی صرف اس بات کا عنصر نہیں ہے کہ کوئی شخص کتنے یا کتنے عرصے تک اضافی رسموں میں مشغول رہتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کی گئی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ اس روایت کا مرثیہ کہتا ہے کہ جس نسل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کی اس نے زیادہ نمازیں پڑھی ہوں گی اور زیادہ لڑائیاں کی ہوں گی لیکن پھر بھی وہ صحابہ کے درجات تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ کیونکہ بعد والے دنیا سے زیادہ لا تعلق، آخرت کی زیادہ خواہش رکھتے تھے۔ تقویٰ کے کاموں میں اندرونی حالتوں کو بیان کرنے کے لیے خوف و رجاء، دنیا کی محبت و آخرت سے غفلت کی طرف توجہ نہایت پر حکمت انداز میں کی گئی ہے۔

8۔کلاسیکی تحریروں کی عکاسی: کتاب میں ہر قول مختلف لہجے اور تاریخی حقائق کی عکاسی کرتا ہے جو ان کو ایک ساتھ جوڑنے سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ایسا عموماً کلاسیکی تحریروں میں دیکھنے کو ملتا ہے مقالے میں درج آثار سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

خلاصہ:

المختصر کتاب کے مطالعہ سے درج ذیل اہم تاریخی نتائج معلوم ہوتے ہیں:

1۔ ۔ابن المبارک اس موضوع پر تالیف کرنے والے حدیث کے بڑے شیخ، زہد و تقوی میں اپنی مثال آپ، وضاعین، کاذبینِ حدیث کا سختی سے محاسبہ کرنے والے، ثقہ و ضعیف روایات میں حدِ فاصل قائم کرنے والے امام اعظم تھے۔ ان کا نقطہ نظر اسلامی تقویٰ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے جس کی یہ شخصیت بلاشبہ نمائندگی کرتی ہے۔

2۔ مضامینِ و مندرجات "الزہد و الرقائق" مکمل طور پر موضوعِ کتاب جیسے زہد کے درجات، موت و مابعد الموت کی زندگی، صالحینِ سلف کے اعمال۔۔۔ کی نمائندگی کرتے ہوئے قاری پر نہایت پر اثر کیفیت طاری کرتے ہیں یعنی تزکیہ کرتے ہوئے عمل کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔

3۔ تفسیر منقول کے منہج کو اپناتے ہوئے صرف قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین اور چند مقامات پر مستند اسرائیلی روایات سے اپنے موقف کو واضح کرتے ہیں۔ قرآن و احادیث کے مرادات، تفسیر، تاویل، غرائب کی علمی بحث زاہدانہ، صوفیانہ۔۔۔ اسلوب اور تاریخی حقائق کی روشنی میں آپ کی علمی مضبوطی پر دال ہیں۔

4۔ تقویٰ کے مسابقتی رجحانات سے منظم میدان "تصوف" کی ترقی کی بنیاد، تصوف کا تصوف سے متنوع راستے یا احکامات متعارف کروائے۔ جس نے تقویٰ اور خدا سے روحانی تعلق پر توجہ مرکوز کی۔ الغرض قطب الزھد کے

مندرجات تقویٰ پر بعد کے کاموں جیسے القشیری کے رسالہ اور الغزالی کی احیاء العلوم الدین۔۔۔ نے بعد کے ادب کے لیے علم تصوف یا تصوف کی بنیاد ڈالنے میں بنیادی کردار ادا کیا جو تیسری / نویں صدی کے بعد تیار ہوا اور منظم ہوا۔

الغرض منتخب موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے جس پر کچھ نئی جہتوں سے تحقیقی کام جیسے مادیت روحانیت کے آئینے میں، روحانیت مادیت کی اصلاح کے لیے ناگزیر از روئے "الزھد والرقائق" ابن مبارک کیا جا سکتا ہے۔

سفارشات:

ذیل میں کچھ سفارشات پیش کی جا رہی ہیں:

1۔ کتاب کے مندرجات کا تعلق چونکہ تزکیہ نفس اور روحانیت کی تعمیر و ترقی سے ہے اس لیے اس کے مضامین کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے پرائمری، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی سطح پر لازمی مضمون کے طور پر نصاب میں شامل کیا جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ لازمی مضمون اسلامیات ہی میں اسے ایک حصے کے طور پر شامل کر لیا جائے۔ تاکہ طلبا کی روحانی تربیت ہو اور معاشرے میں پھیلنے والی اخلاقی برائیوں سے نجات مل سکے۔

2۔ خانقاہی نظام اور مذہبی تنظیموں کی درست سمت میں راہنمائی کے لیے کتاب ہذا کو ان کے منشور میں لازم قرار دیا جائے تاکہ مذہب کی آڑ میں عصبیت، فرقہ واریت، دہشت گردی کی روک تھام ممکن ہو سکے۔

حوالہ جات

[1] شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:363

[2] انظر (ذھبی، سیر اعلام النبلاء، جز:7، ص:366

[3] ایضاً، ص:366-367

[4] ۔ ایضا

[5] شاہ عبد العزیز دہلوی، بستان المحدثین، ص:96-97، عبد الرحمن بن جوزی، صفۃ الصفوۃ، ص:774، ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، 10:109110، عمر رضا، معجم المؤلفین، 6:106، ذھبی، سیر اعلام النبلاء، 7:367،368،369

[6] ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، 5:386، دار احیاء الترث العربیہ، 2000۔

[7] ایضاً

[8] عبد اللہ بن مبارک، کتاب الزہد: 1: مکتبہ دار احیاء الترث العربیہ، 2005۔

[9] عبداللہ بن مبارک، کتاب الزہد، ص:3، الرقم:3۔

[10] ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی، الجامع، (2333)، دار الکتب العربیہ، 2000۔

[11] عبداللہ بن مبارک، کتاب الزہد، ص:10، ار قم:13

[12] ایضاً، رقم:16

[13] عبداللہ بن مبارک، کتاب الزہد، ص:63، الرقم:69

[14] عبد الله بن مبارک، کتاب الزہد ،ص:38، الرقم:83

[15]عبد الرحمن بن جوزی، منهاج القاصدين، دار الکتب العربيه، 1998 ,ص:102

[16] ابن مبارک، مكتبة المثنى - بيروت، دار إحياء التراث العربي بيروت عبد الله ,ص:19۔

[17] مسلم بن حجاج، الجامع، (15)، اداره اسلامیات، کراچی، 2000۔

[18] ابن قیم، طریق الهجرتین، ص:110، دار الکتب العربیه، 2000۔

[19]محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح(6416) دار الکتب العربیه، 2000۔

[20] ابن قیم، طریق الهجرتین، ص:111، دار الکتب العربیه، 2000۔

[21] ابن قیم، طریق الهجرتین، ص:110، دار الکتب العربیه، 2000۔

[22]ابن مبارک، کتاب الزہد، ص:31۔

[23] عبد الله بن مبارک، کتاب الزہد ،ص:19، الرقم:36

[24] عبد الله بن مبارک، کتاب الزہد ،ص:31، الرقم:64

[25]عبد الله بن مبارک، کتاب الزہد ،ص:40، الرقم123

[26] ایضاً، ص:46، رقم الحدیث: 144

[27] عبد الله بن مبارک، کتاب الزہد ،ص:44، الرقم135

[28] ۔محمد بن عیسی ترمذی، الجامع:(2406)

[29] ابن المبارک، الزهد، ص:43۔

[30]بن المبارک، الزهد، ص:63

[31] ابن المبارک، الزهد، ص:63

[32] ابن مبارک، الزهد، ص:29(86)

[33] ابن مبارک، الزهد ،ص:36(119)

[34] ابن مبارک، الزهد، 37:85

[35] ابن مبارک، الزهد ،ص:،(117)

[36] ابن مبارک، الزهد ،ص؛37(117)

[37] ابن مبارک، الزهد ،ص:57(176)

[38] ابن مبارک، الزهد ،ص:63،(189)

[39] ابن مبارک، الزهد ،ص:68،(206)

[40] ، ابن مبارک، الزهد ص:40،(123)

[41] ، ابن مبارک، الزهد ص:42،(128)

[42] ابن مبارک، الزهد ،ص:59

[43] *سیز گین، جی اے ایس، 636:1۔ سی ایف محمد ب۔ الحسن الطوسی، الفہرست (نجف: المطبع الحیداریہ، 1960) 42-41۔*

[44] ابن مبارک، الزهد ص:17، الرقم:16

[45] ابن مبارک، الزهد ،ص:38،

[46] ابن مبارک، الزهد ،ص:43،

[47] ابن مبارک، الزهد،ص:57۔

[48] ابن مبارک، الزهد ،ص:73

[49] *کارل ڈبلیو ارنسٹ، "مشرقیت اور بنیاد پرستی کے درمیان: تصوف کی تعلیم کو مسئلہ بنانا، "ٹیچنگ اسلام میں، ایڈ۔ برنن وہیلر (نیویارک: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2003)، 108*

[50] ابن مبارک، الزهد،،ص:36

[51] ایضاً

[52] محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، (6416) دار الکتب العربیه، 2000۔

[53] ابن المبارک، الزهد،ص:47۔

[54] ابن المبارک، الزهد، 51

[55] ابن المبارک، الزهد،ص:51۔1

[56] تحفة الأحوذي شرح جامع الترمذي: أبو العلا محمد عبد الرحمن المباركفورى (المتوفى: 1353هـ)